پروفیسر ریاض حسین

علی گڑھ یونیورسٹی کے لیے علامہ اقبال کی مالی امداد

اسلامی فلسفہ، شاعری اور سیاسیات کے شعبوں میں علامہ اقبال نے جو نظریاتی اور عملی کارہائے نمایاں سرانجام دیے، ان پر بہت سا تحریری مواد سامنے آچکا ہے، لیکن ہندوستان میں اسلامی تحریکوں کے فروغ کے لیے علامہ نے جو مالی ایثار کیا اُن کے بارے ابھی تک تحقیق و جستجو کا میدان خالی ہے۔ جہاں تک علامہ اقبال کے ملی تحریکوں کے لیے مالی ایثار کے ٹھوس علمی ثبوت کا تعلق ہے، مجھے حال ہی میں مولانا محمد علی جوہر کے مشہور ہفتہ وار انگریزی اخبار "کامریڈ" کی ایک جلد دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۱۱ کے اس شمارے کے آخر میں پورے صفحے پر گراموفون کمپنی آف انڈیا کا مندرجہ ذیل اشتہار چھپا ہے۔ اس اشتہار کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ یہ اردو ٹائپ میں چھپا ہے۔

304 The Comrade 7th october

(ترجمہ)

امداد برائے مسلم یونیورسٹی فنڈ

دلآویز نظم + دلکش آواز + قومی امداد + ہم خرما و ہم ثواب

ڈاکٹر محمد اقبال کا قومی ترانہ

مغنی

علی گڑھ کے ایک (محمڈن) صاحب

(اس کے بعد ترانہ ہندی نقل کیا گیا ہے)۔

(نیچے کی عبارت)

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا نے اپنے ہم وطنوں کے حبِ وطن کا اظہار ایک بے مثل نظم میں کیا تھا جو ہندوستان میں مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ اب اپنی تازہ ترین نظم میں انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے حبِ اسلام کا اظہار کیا ہے اور یقیناً اس کی مقبولیت

عالم گیر ہوگی ۔ وطن اور مذہب کے تعلق کی بابت شاعر ایک شعر میں وہ مطلب ادا کر گیا ہے جو فلسفی کئی صفحوں میں ادا کرتے اور شاید پھر بھی ادا نہ کر سکتے ۔

اسلاف کے کارنامے اور شعرا بھی بیان کر چکے ہیں — قوم کے اقبال کا ماتم بہت کچھ ہوا اور ہوگا — مگر اقبال نے صاف بتایا ہے کہ جس قوم کو مسبب الاسباب کی طرف سے ایک ضروری پیغام بطور ودیعت کے سونپا گیا ہو جب تک سارے عالم کو وہ پیغام نہ پہنچا یا جا چکے اس وقت تک اس قوم کو تباہ و برباد کرنا آسان نہیں ۔ اسلامی دنیا کے دیرینہ تنزل کے بعد اب پھر ہر طرف سے ترقی کی صدائیں پیغامِ امید بن کر آ رہی ہیں ۔ کاروان سالار اب بھی وہی ہادی قوم ہے جس کی آواز نے بجلی کے کڑکے کی طرح اب سے تیرہ سو برس پہلے ایک عالم کو سوتے سے جگایا تھا ، اور اقبال کا ترانہ دراصل بانگِ درا ہے جس سے آواز آ رہی ہے ۔ چلو ۔ بڑھو ۔ جلدی کرو ۔ عجب نہیں کہ یہ دل کش نظم اقبال کی نجات کے لیے کافی ہو اور ہندوستان کے مسلمان بھی پکار اٹھیں ۔ لبیک ۔ لبیک ۔ لبیک یا رسول اللہ ۔ ایک خوش الحان مسلمان کے ذریعے سے یہ ترانہ اب ہر شخص کے کان تک پہنچ سکتا ہے ۔ خاص اہتمام سے یہ ریکارڈ تیار ہوئے ہیں ۔ حسبِ قرار دادِ قانونی ریکارڈوں کے فروخت ہونے پر ایک خاصی رقم فی ریکارڈ مسلم یونیورسٹی فنڈ میں پانچ سال تک جمع ہوتے رہے گی ۔

دس انچ ڈبل سائیڈڈ گراموفون ریکارڈ

نمبر ۱۲۵۲۴ - ۹
۱۲۵۲۵ - ۹

قیمت فی ریکارڈ تین روپیہ

اشتہار کے مضمون سے مندرجہ ذیل اہم نکات واضح ہوتے ہیں :

۱ - ۱۹۱۱ء ہی میں "ترانہ ہندی" نے مسلمانانِ ہند میں ایک علیحدہ نظریاتی قوم ہونے کا احساس بیدار کر دیا تھا جس کا اصل وطن چین و عرب و ہندوستان نہیں بلکہ "سارا جہان" ہے ۔ اس طرح اقبال نے محدود علاقائی نیشنلزم اور ہندو مسلمانوں کی مشترکہ قومیت کے نظریات پر غالباً پہلی بار کاری ضرب لگا دی تھی ۔

۲۔ اقبال نے مسلمانانِ ہند کی نہ صرف فکری رہنمائی فرمائی بلکہ ان کے لیے ملی مفاد کے لیے مالی امداد بھی فراہم کی۔

زیر نظر اشتہار کے مطابق اقبالؒ نے ترانہ ہندی کے گراموفون ریکارڈ کی فروخت پر پانچ سال تک کی رائیلٹی علی گڑھ یونیورسٹی فنڈ کے لیے وقف کر دی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں مسلمانانِ ہند کی تمام تر توجہ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دلوانے پر مرکوز تھی۔ برطانوی حکومتِ ہند نے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر مسلمان اپنے ذرائع سے پچاس لاکھ روپے کا فنڈ قائم کر لیں تو ۱۹۱۱ء کے دہلی دربار کے موقع پر جارج پنجم کی طرف سے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا چارٹر دے دیا جائے گا۔ چنانچہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان زعما کا ایک وفد سر سلطان محمد خاں آغا خان سوم کی قیادت میں فنڈ اکٹھا کرنے کی غرض سے ہندوستان کا طوفانی دورہ کر رہا تھا۔ وفد کی لاہور میں آمد کے موقع پر علامہ اقبالؒ نے ایک نہایت مدلل خطبہ مسلم یونیورسٹی کی ضرورت اور اہمیت کے موضوع پر ارشاد فرمایا تھا جس میں مسلم قومیت کی سائنٹفک توضیح پہلی بار فرمائی اور اعلان کیا کہ مسلم قوم کا علیحدہ وجود بغیر مسلم یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم رہنا محال ہے۔

لاہور میں مسلم یونیورسٹی فنڈ کے لیے جو بڑے بڑے عطیات دیے گئے، اُن میں سے چند ایک کی تفصیل یہ ہے:

نواب حاجی فتح علی خاں قزلباش مبلغ پانچ ہزار روپے۔

راجہ صاحب محمود آباد (غریب مسلمانانِ پنجاب کی طرف سے) مبلغ پانچ ہزار روپے۔

لاہور سٹیزن کمیٹی (لاہور کے گلی کوچوں سے اکٹھا کر کے) مبلغ دس ہزار روپے[۵]

کامریڈ میں شائع شدہ اشتہار کے مطابق علامہ اقبالؒ کا مالی عطیہ مندرجہ بالا تمام عطیات سے کہیں زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

اگر ہم پانچ سال کے عرصے میں تمام ہندوستان میں ریکارڈوں کی فروخت کی کم از کم تعداد ایک لاکھ فرض کریں تو ان کی قیمتِ فروخت تین لاکھ روپیہ بنتی ہے۔ اب اگر رائلٹی کی شرح

۵۔ ملاحظہ ہو "پیسہ اخبار" ۱۱ فروری ۱۹۱۱ء

کم از کم پانچ فی صدی لگائی جائے تو علامہ کی رائلٹی ان پانچ برسوں کے دوران مبلغ پندرہ ہزار روپے نکلتی ہے جو انھوں نے کلی طور پر علی گڑھ یونیورسٹی فنڈ کے لیے وقف کردی تھی اور اس کے لیے باقاعدہ قانونی دستاویز بھی تیار کر کے دے دی تھی۔

۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء کے معاشی حالات میں جب کہ پندرہ ہزار روپے ایک بہت بڑی رقم تھی اور جب کہ بڑے بڑے رئیسوں اور والیانِ ریاست کا عطیہ پانچ ہزار یا دس ہزار سے بڑھنے نہ پایا تھا، علامہ کا یہ گراں قدر ایثار ان کی سیرت کے ایک گم نام گوشے کو منکشف کرتا ہے۔

ارمغانِ حالی

پروفیسر حمید احمد خاں

شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی اپنے دور کی عظیم شخصیت تھے۔ ان کی شہرت کا اصل باعث اگرچہ ان کی نظم کو قرار دیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کو نظم و نثر دونوں اصنافِ سخن پر عبور حاصل تھا۔ چنانچہ نظم کی طرح ان کا حصۂ نثر بھی بڑا جان دار اور بہت سے موضوعات کو محیط ہے۔ وہ سوانح نگار بھی تھے اور ناقد بھی۔ مفکر بھی تھے اور مصلح بھی۔ انھوں نے اصلاحی، تعمیری، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی وغیرہ مسائل سے متعلق عمدہ مضامین سپردِ قلم کیے۔ یہ کتاب جو "ارمغانِ حالی" کے نام سے موسوم ہے، ان کے نظم و نثر کا قابلِ مطالعہ انتخاب ہے۔ کتاب میں حالی کے حالات و سوانح بھی مناسب تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں۔

صفحات ۲۶۱ قیمت ۱۸ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور